تفسیر اور اس کے اصول و مصادر: ایک تعارفی مطالعہ

An Introductory Study of *Tafsīr* and its Principles and Sources

محمد عبد الصمد*

ڈاکٹر فرحت نسیم علوی**

Abstract

The word "Usool" is the plural of the word "Asl" which means the base or root of something. Every area of study or knowledge has some basic maxims which help to explore and understand that area of study, whereas the literal meaning of the word Tafsīr is to describe and explain things clearly. In terms of connotative meaning, Tafsīr is that are of study which describes the meanings of Quranic terms, its implications and the logics behind particular rules of Quran. Imām Ibn-e-Taimia says: "Usool are the collection of those rules which must be considered by Mufassireen to interpret the words of Quran and to derive logics and wisdom from the verses of Quran" The objectives of the Ilm-e-Tafsīr is to describe the meanings of the words of Quran , explanations of the verses of Quran and the Tafsīr of the meanings of the Quranic verses so that to get benefits from Quran in this world and world hereafter. In the era of prophet Mohammad (SAW), his companions used to understand the meanings of Quran directly by prophet Mohammad (SAW), so there were 10 famous

---

*پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علومِ اسلامیہ، یونی ورسٹی آف سرگودھا

**اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، یونی ورسٹی آف سرگودھا

Mufassireen in the age of prophet Mohammad (SAW) excluding four caliphs. They are the following: Hazrat Abdullah Ibn Masood, Hazrat Abdullah Ibn Abbas, Hazrat Ubaee Ibn Ka'b, Hazrat Zaid Ibn Thābit, Hazrat Abū Mousa Ash'arī and Hazrat Abdullah Ibn Zuabir . In the age of prophet Mohammad (SAW) there were four derivatives of Tfseer-e-Quran: 1. Quran Hakeem 2. Ahaadith3.Ijtehad and Sayings of Shahba.4. Ahl-e-Kitāb. In this topic Usool-e-Tafseer, its history and its evolution will be discussed.

Key Words: Tafsīr, Usool, Sources, scholars

تمہید

قرآن سے متعلق علوم میں تفسیر انتہائی بنیادی علم ہے۔ اسلامی علمی تاریخ میں دیگر علوم کی طرح تفسیر کے ضمن میں بھی بہت سے ذیلی مباحث پیدا ہوئے۔ ان مباحث میں تفسیر کے اصول اور اس کے مصادر سے متعلق مباحث نہایت اہم ہیں۔ اس مضمون میں اصول تفسیر اور اس کے مباحث کا تعارفی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔

اصول کا لُغوی و اصطلاحی معنیٰ

اصول کی تعریف میں ابن منظور افریقی مصری لکھتے ہیں: الاصل: اسفل کل شئ وجمعہ اصول لا یُکسر علی غیر ذالک۔[1] **محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الرازی لکھتے ہیں:** محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الرازی لکھتے ہیں:(الاصلُ) واحد (الاصول) یُقال اھل (مُؤصل) وَ (استأصلَہ') قلعہ من اصلہ وقولُھم لا اصل لہ ولا فضل۔مزید لکھتے ہیں:الاصلُ) الحَسَبُ والفصل اللسانُ۔[2] الدکتور محمد التونجی لکھتے ہیں:آصال: (الغدو الاصال) (الاعراف) الأیت ۱۳۵الآصال جمع اصیل، والاَصلِ: الوقت بین العصر۔ الیٰ المغرب او الی ا لعشی ویجمع کذٰلک۔ علی اُصُل واصائل واصلان، ای فی اوائل النھارو واواخرہ ای فی کل وقت۔[3] خلاصہ بحث یہ کہ "اصل" کا معنی بنیاد اور جڑ کے ہیں۔ چنانچہ کسی بھی فن یا علم کی بنیاد وہ "اصل" ہوا کرتے ہیں جن کی بنیاد پر اس فن یا علم کو سمجھا جاتا ہے۔

---

[1] ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی مصری،، لسان العرب (بیروت: دارِ صادر)، ج ۱۱'مادہ "اصل"۔

[2] محمد بن ابی بکر بن عبد القادر الرازی، مختار الصحاح (بیروت: دار لکتب العلمیہ، 1994)، مادہ "اصل"۔

[3] محمد التونجی، دکتور، المعجم المفصل فی تفسیر غرائب القرآن الکریم، ((بیروت: دار لکتب العلمیہ، 2003)، مادہ "اصل"۔

تفسیر کی لغوی و اصطلاحی تعریف

تفسیر کا معنٰی کسی چیز کی وضاحت کرنا ہے۔ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:یَفسُرہ' بالضم فسرًا وفسرہُ: ابانہ' والتفسیرُ۔ مثلہ وَالْفَسْرو نظر الطبیبُ الی الماء وکذٰلک التفسیرۃ۔[4] المعجم والوسیط میں ہے: (فسر) الشئ۔ فسرًا: وضحہ الطبیبُ نظر الٰی بول المریض یستدل بہ علٰی مرضہ(التفسیرُ) الشرحُ والبیان وتفسیر القرآن الکریم من العلوم الاسلامیۃ یقصُدُ منہ توضیح معانی القرآن الکریم۔[5] محمد بن ابی بکر بن عبد القادر الرازی لکھتے ہیں:اَلْفَسرُ) البیانُ و بَابُہ' ضَرَبَ و(التفسیرُ)مثلُہ'۔[6] اسماعیل بن حماد الجوھری لکھتے ہیں:اَلْفَسرُ : البیانُ۔ وقد فسر ثُ الشیءافسرہُ بالکسر فسرًا والتفسیرُ مثلہ۔ [7] علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں: التفسیر ''تفعیل'' مَن الفسر، وھو البیان والکشف ویقالُ ھو مقلوب السفر، تقولُ: اسفر الصبح اواضاء وقیل ماخوذ من التفسر ۃ وھی اسم لما یعرف بہ الطبیب المرض۔[8] محمد عبد العظیم الزرقانی المتوفٰی1367ھ تفسیر کی تعریف میں لکھتے ہیں:التفسیر فی اللغۃ : الایضاحُ والتبیین ومنہ قولہ تعالیٰ فی سورۃ الفرقان: وَلَایَاْ تُونَکَ بِمَثَلٍ اِلَّاجِئْنَا کَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِیْرًا۔ [9]والتفسیر فی الاصطلاح: علم یبحث فیہ عن القرآن الکریم من حیث دلا لتہ علی مراداللہ تعالٰی بقدر الطاقۃ البشریۃ۔[10]علامہ زرقانی نے مذکورہ بالا ایک جامع تعریف کی ہے جس کی وضاحت درج ذیل ہے :علم یبحث فیہ عن القرآن :وہ علوم جو قرآن کے متعلق نہیں ہیں وہ خارج ہوگئے۔

من حیث دلالتہ علیٰ مراداللہ تعالیٰ: تفسیر وہ علم ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے کلام کا مفہوم اور معانی کو سمجھا جاتا ہے۔جب وہ علوم قرآن سے خارج ہوگئے جو فقہ سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ فقہ کے احکام مستنبط کیے جاتے ہیں۔اسی طرح علم الکلام بھی اس سے خارج ہوگیا۔'' بقدر الطاقۃ البشریۃ''وہ علوم جو انسانی طاقت سے باہر ہیں وہ خارج ہوگئے جیسے مشابہات کا علم۔محمد علی الصابونی تفسیر کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: التفسیر فی اللغۃ ھو الایضاح

---

[4] ابن منظور افریقی مصری، لسان العرب، مادہٗ '''''فسر''۔

[5] الدکتور ابراہیم انیس ولرفقائہ، المعجم الوسیط (قاہرہ: الشروق الدولیہ، 2004ء)، 2: 221۔

[6] عبد القادر الرازی، مختار الصحاح، مادہٗ '''''فسر''۔

[7] اسماعیل بن حماد الجوہری، الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیہ (بیروت: دار العلوم للملایین)، 2۔

[8] عبد الرحمن بن ابی بکر جلال الدین السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن (بیروت: دار ابن حزم، 1974ء)، 4: 192۔

[9] الفرقان 25: 33۔

[10] محمد عبد العظیم الزرقانی، مناہل العرفان فی علوم القرآن (مصر: شرکائہ مصطفی البابی الحلبی)، 2: 3۔

والتبيين فقولنا فسر: بمعنى :بيَّن ووضح، كلام مفسرٌ: اى واضح ظاہرٌواما التفسير فى الاصطلاح، فهو: علم يعرف بہ فهم كتاب الله۔ المنزل على نبيہ محمدﷺ وبيان معانيہ وا ستخراج احكامہ وحكمہ۔ [11]

اصطلاح میں تفسیر وہ علم ہے جس کے ذریعہ سے کلام اللہ (قرآن حکیم) جو حضرت نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر نازل کیا گیا ہے اس کے معانی اور اس کے احکام اور اس کی حکمتوں کو سمجھا جاتا ہے - یہ اصول اور تفسیر دونوں کلمات کی الگ الگ تعریف ہے اگر ان کو ملایا جائے یہ (اصول تفسیر) مرکب اضافی ہے۔ جس کا معنٰی ہے قرآن کریم کے علوم و معارف کے حصول کے بنیادی قوانین جن کے ذریعہ سے کتاب اللہ کو سمجھا اور سمجھایا جاتا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ (728)ھ فرماتے ہیں ''مجموعة القواعد التى ينبغى ان يسيرعليها المفسرون فى فہم المعانى القرآنية وتعرف العبر والاحكام من الايات ۔ [12]اصول تفسیر ان قواعد کے مجموعے کا نام ہے جن کا لحاظ رکھنا مفسرین کے لیے معانی قرآن کے سمجھنے اور آیات سے مستنبط حکمتوں اور احکام کی پہچان کے لیے ضروری ہے۔

تفسیر اور اس کے اصول

دونوں لازم و ملزوم ہیں کیونکہ ہر مفسر کے لیے تفسیر کرنے سے قبل اس کے اصول و ضوابط سے آگاہ ہونا ضروری ہے: الشیخ خالد عبد الرحمن العک لکھتے ہیں: و هكذا يتبين ان الفارق بين التفسير و اصولہ‘ هوأن الاصول هى المناهج۔ التى تحدو تبين الطريق الذى يلتزمہ المفسر فى تفسير الأيات الكريمة واماتفسير فهو ايضاحها مع التقييد بهذه المناهج۔ [13]اور ایسے ہی تفسیر اور اس کے اصولوں کے مابین فرق بیان کیا جاتا ہے وہ اصول دراصل وہ طرق ہیں جن کا التزام ہر مفسر کے لیے ضروری ہوتا ہے ان اصول و ضوابط کی حدود میں رہتے ہوئے آیات مبارکہ کی تفسیر کی جاتی ہے۔ لہٰذا تفسیر ان حدود و قیود میں رہتے ہوئے قرآن کی وضاحت کا نام ہے -مزید لکھتے ہیں: وإنَّ مثل علم اصول التفسير بالبينة للتفسير كمثل علم النحوبالنسبةللنطق العربى والكتابة العربيہ فهو ميزان يضبط القلم واللسان و يمنعها من الخطاء فى آخر الكلم فكذلک علم اصول التفسير هو ميزان للمفسريضبط يتبين بہ التفسير الصحيح من التفسيرالفاسد كما يعرف بالنحو الكلام الصيح من غير الصحيح وَ هٰكذا۔ [14]

---

[11] محمد علی الصابونی، التبیان فی علوم القرآن (لاہور: المیزان الکریم اردو بازار، 2004ء)، 102۔

[12] تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد العلیم بن عبد السلام ابن تیمیہ، مقدمہ فی اصول التفسیر (بیروت: دار مکتبہ الحیاة، 1980ء)، 3۔

[13] خالد عبد الرحمن العک الشیخ، اصول التفسیر و قواعدہ (بیروت: دار النفائس، 1994ء)، 30۔

[14] خالد عبد الرحمن العک، اصول التفسیر و قواعدہ، 31-30۔

اور بے شک تفسیر کی نسبت اصول تفسیر کے ساتھ ایسی ہی ہے جیسا کہ علم النحو کی نسبت عربی تکلم اور کتابت کے ساتھ ہے۔ وہ ایسامیزان ہے جس میں قلم اور زبان کو تولا جاتا ہے اور کلمہ کے آخری حرف کے اعراب کی غلطی سے بچاتا ہے۔ ایسے ہی علم اصول التفسیر ایک میزان ہے جو مفسد کو دوران تفسیر غلطی سے محفوظ رکھتا ہے۔ تفسیر صحیح اور فاسد کے مابین امتیاز ہوتا ہے۔ جیسا کہ علم النحو کے ذریعہ کلام صحیح اور غیر صحیح کا اندازہ ہوتا ہے۔

علم اُصول تفسیر کی غرض وغایت

وغایۃ ھَذا العلم معرفۃ معانی النظم القرآنی الکریم و توضیح آیاتہٖ وکشفُ معانیھا وتبین احکامھا وحکمھا للتوصل الٰی حقیقۃکتاب اللہ العزیز لِیفاز بہ الٰی سعادتی الدنیا والاٰخرۃ ۔[15]اس علم کی غرض وغایت قرآن کریم کے معانی کی پہچان اور اس کی آیات کی وضاحت اور ان کے معانی کی تفسیر۔ کتاب اللہ کے احکام اور حکمتوں کی وضاحت کتاب اللہ کی روشنی میں تاکہ دنیاو آخرت کی فلاح حاصل ہو سکے۔

تاریخ اصول تفسیر

قرآن پاک کے نزول کا بنیادی مقصد اس کی آیات کی تلاوت اور احکام میں غور وفکر اور ان سے نصیحت حاصل کرنا تھا۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ متوفی(728)لکھتے ہیں:یجب ان یعلم اَنَّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابہ معانی القرآن کما بین لھم الفاظہ۔ [16] ۔ [17] بقولہ تعالیٰ: لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ۔ضروری ہے کہ معلوم کریں کیاجیسا قرآن کے الفاظ کو ان کے سامنے بیان کیا۔یہی وجہ ہے کہ صحابہ رسول اللہ علیہم اجمعین قرآن کے الفاظ کے ساتھ ساتھ اس کے معانی کی تفہیم بھی براہ راست آنحضور ﷺ سے حاصل کرتے تھے۔

مزید لکھتے ہیں:وقد قال ابو عبدالرحمن السلمی: حدثنا الذین کانوا یقرؤن القرآن کعثمان بن عفان و عبداللہ بن مسعود وغیرھما انھم کانوا اذا تعلّموا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشر آیات لم یجاوزوھا حتی یتعلموا ما فیھا من العلم والعمل، قالوا فتعلمنا القرآن والعلم والعمل جمیعًا۔ [18]اور ابو عبد الرحمن السلمی کہتے ہیں: ہمیں بیان کیاوہ لوگ(جو حضور ﷺ سے قرآن پاک پڑھتے تھے) جیسا کہ حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عبد اللہ بن مسعود اور ان کے علاوہ جب وہ نبی پاک ؐ سے قرآن حکیم کی دس آیات پڑھتے تھے اس وقت تک مزید نہیں پڑھتے تھے جب تک وہ اس کو اچھی طرح سمجھ لیتے تھے۔ جو کچھ بھی اس میں علم اور عمل کے حوالہ سے ہے۔ چنانچہ ایک سورۃ کو یاد کرنے میں کئی کئی سال لگ جاتے تھے۔ اسی لیے

---

[15] خالد عبد الرحمن العک، اصوال التفسیر و قواعدہ،30۔

[16] ابن تیمیہ، مقدمہ فی اصول التفسیر،9۔

[17] النحل44:16۔

[18] ابن تیمیہ، مقدمہ فی اصول التفسیر،9۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں جب ایک آدمی سورۃ البقرہ اور اٰل عمران یاد کر لیتا وہ ہماری آنکھوں میں بڑا ہو جاتا تھا۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے سورۃ البقرہ کو یاد کرنے میں کئی سال لگا دیے بعض کہتے ہیں کہ آٹھ سال میں سورۃ البقرہ کو حفظ کیا۔ [19] اصحاب محمد ﷺ کا حفظ کرنا دراصل اس کو سمجھ کر یاد کرنا ہوتا تھا۔ قرآن حکیم کی متعدد آیات غور و فکر کی دعوت دیتی ہیں :كِتَابٌ اَنْزَلْنَاه اِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوْا آيَاتِہ۔ [20] اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ ۔ [21] اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ۔ [22] کلام اللہ میں غور و فکر اس کے معانی کی تفہیم کے بغیر ناممکن ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قُرْءٰناً عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ [23] کلام کی عقل اس کے معانی کی تفہیم کے بغیر ناممکن ہے۔ ارشاد ربانی ہے :وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلاَّ بِلِسَانِ قَوْمِہٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ۔ [24]

کہ ہم نے جو رسول بھی بھیجا، اس کی قوم کی زبان میں بھیجا تاکہ وہ ان کے لیے اچھی طرح ہر بات واضح کر دے۔

اہل عرب کو اپنی زبان پر بڑا فخر تھا وہ اپنے آپ کو فصیح و بلیغ تصور کرتے تھے یہی وجہ تھی کہ وہ دیگر اقوام کو عجمی کہتے تھے۔ عجمی کے معنی گونگا کے ہیں۔ بلاشبہ اہل عرب میں فصاحت و بلاغت موجود تھی۔ وہ لوگ شعر و شاعری تکلم اور ان میں ماہر تھے۔ اس کے علاوہ حافظہ بھی بلا کا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کو بھی کلام اللہ دے کر ان کی زبان میں بھیجا۔ قرآن حکیم کی فصاحت و بلاغت نے اہل عرب کو عاجز کر دیا تھا۔ قرآن پاک اپنی معجزانہ خصوصیات کی بنا پر دیگر تمام عربی کلاموں پر فائق ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کو اجمالاً و تفصیلاً سمجھتے تھے۔ نبی کریمؐ کے ذہن میں قرآن کریم کو محفوظ کرنے اور اسکے مطالب سمجھانے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَہٗ وَقُرْاٰنَہٗ۔ [25] Oفَاِذَا قَرَاْنٰہُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَہٗ Oثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَہٗO اس کا آپ ﷺ کے سینے میں جمع کرنا اور آپ ﷺ کی زبان سے پڑھنا ہماری ذمہ ہے ہم جب اسے (حضرت جبرائیل کے ذریعے سے آپ پر) پڑھ لیں تو اس کے پڑھنے کی پیروی کرتے۔ پھر اس کا واضح کر دینا بھی ہمارے ذمہ ہے۔ پھر بنی کریم کی یہ ذمہ داری بھی لگائی کہ قرآن کریم کے مشکل مقامات کو لوگوں کے سامنے واضح کریں۔ ارشاد ربانی ہے :وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ

[19] ابن تیمیہ، مقدمہ فی اصول التفسیر، 9۔

[20] ص 29:38۔

[21] النسا 8:4۔

[22] المومنون 68:23۔

[23] توبہ 2:9۔

[24] سورۃ ابراہیم 4:14۔

[25] سورۃ القیامہ 75:17-19۔

اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ۔ [26]"کہ یہ ذکر (قرآن کریم) ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل کیا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کر دیں شاید کہ وہ غور وفکر کریں۔" نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی صحابہؓ بھی قرآن کریم کے ظاہری معنی و مفہوم کو سمجھتے تھے۔ جہاں تک قرآن کریم کو مفصل انداز میں سمجھتے تھے۔ جہاں تک قرآن کریم کو مفصل انداز میں سمجھنے کا ہے اور پھر اس سے جو احکام مستنبط ہوتے ہیں یہ محض اہل زبان ہونے کی وجہ سے، ممکن نہ تھا۔ پھر صحابہ بھی فہم قرآن میں یکساں مراتب کے حامل نہ تھے۔ بعض صحابہ کے لیے جو چیز مشکل دوسرے صحابہؓ کے لیے وہ ہی چیز نہایت تھی ۔علامہ جلال الدین سیوطی (متوفیٰ 911 ھ)طبقات المفسرین میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں :"اشتھربالتفسیر من الصحابہ عشرۃ الخلفاء الاربعۃ و ابن مسعود و ابن عباس وابی بن کعب وزید بن ثابت و ابو موسیٰ الاَ شْعری وعبداللہ بن زبیر۔ [27]مشہور مفسرین اصحاب محمدؐ میں سے دس ہیں چار خلفاء ہیں اور حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت عبد اللہ زبیرؓ ہیں۔ خلفاء اربعہ میں سے زیادہ روایات تفسیر سے متعلق ہے وہ حضرت علیؓ سے مروی ہیں کیونکہ حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ پہلے وفات پا گئے جب کہ حضرت علیؓ اصحابہ ثلاثہ کے بعد کافی عرصہ حیات رہے۔ جب کہ حضرت علیؓ کا مشہور قول ہے کہ مجھ سے قرآن حکیم کے متعلق سوال کرو۔ میں قرآن حکیم کی ہر ہدایت کو جانتا ہوں:سلونی فواللہ لا تسألونی عن شئٍ اِلاَّ اخبرتکم و سلونی عن کتاب اللہ فھو اللہ مامن أیۃ اِلاَّ وانا اعلم ابلیل نزلت ام بنھارٍ ام فی سھل ام فی حبلٍ۔ [28]"تم مجھ سے سوال کرو، اللہ کی قسم جو سوال بھی تم مجھ سے کروگے میں اس کا جواب دوں گا۔ اللہ کی قسم کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس کو میں زیادہ نہ جانتا ہوں کہ وہ دن یا رات یا زمین یا پہاڑ پر نازل ہوئی (کہاں نازل ہوئی)؟

جب کہ دوسری روایت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔" وا للہ مانزلت ایۃ الا وقدعلمت ـفیم انزلت اومن أنزلت اِنَّ ربی وھب لی قلباً عقولاً ولسانا سئولاً -اللہ کی قسم جو آیت مبارکہ بھی نازل ہوئی میں جانتا ہوں کہ وہ کس کے متعلق نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی۔ بے شک میرے رب نے مجھے عقل مند دل اور سوال کرنے والی زبان عطا کی ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس کے متعلق علامہ جلال الدین سیوطی (911م) لکھتے ہیں:واما ابن عباس فھو ترجمان القرآن الذی دعا لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل'' وقال الہ ایضاً: اللھم أتہ الحکمۃ وفی روایۃ اللھم علمہ

[26] النحل 44:16۔

[27] السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، 233:4۔

[28] السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، 233:4۔

الحکمۃ۔ [29]امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:واما التفسیر فان اعلم الناس بہ اھل مکۃ: لانھم اصحاب ابن عباس، کمجاھد وعطاء ابن ابی رباح، وعکرمہ مولیٰ ابن عباس وغیرھم من اصحاب ابن عباس، کطاء وس ، وابو الشعثاء وسعید ابن جبیرو امثالھم، وکذلک اھل الکوفۃ من اصحاب ابن مسعود،ومن ذالک ما تمیزوا بہ علی غیرھم، وعلماء اھل المدینۃ فی التفسیر مثل زید بن اسلم الذی اخذعنہ مالک التفسیر ۔ [30]"اور بہر حال تفسیر: لوگوں میں سے زیادہ عالم تفسیر میں اھل مکہ ہیں کیونکہ وہ عبد اللہ ابن عباس کے شاگرد ہیں جیسا کہ مجاہد اور عطاء بن ابی رباح ہیں۔ اور عکرمہ جن کے مولیٰ حضرت عبد اللہ ابن عباس ہیں اور ان کے علاوہ حضرت عبد اللہ بن عباس کے شاگردوں میں سے حضرت طاؤس اور ابو الشعثا ہیں۔ اور سعید بن جبیر اور ان جیسے لوگ ہیں۔ اور ایسے ہی کوفہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے شاگرد ہیں اور یہ دیگر مفسرین سے ممتاز ہیں۔" مدینہ میں علماء تفسیر میں سے حضرت زید بن اسلمؓ ہیں جن سے حضرت امام مالک نے تفسیر میں استفادہ کیا ہے۔ علامہ زرکشی متوفی(794ھ)فرماتے ہیں:وصدور المفسرین من الصحابۃ: علی ثم ابن عباس وھو تجرد لھٰذ الشان والمحفوظ عنہ اکثر من المحفوظ عن علی اِلاَّ اَنَّ ابن عباس کان اخذ عن علی ویتلوہ عبداللہ بن عمرو بن العاص وکل ماوردعن غیرھم من الصحابۃ فحسن۔ [31]"اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے مفسرین کے سرتاج حضرت علیؓ اور پھر حضرت عبد اللہ بن عباس ہیں اور وہ ممتاز ہیں اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے تفسیر سے متعلق روایات زیادہ نقل کی گئی ہیں بہ نسبت جو حضرت علیؓ سے منقول ہیں۔ وہ علیحدہ بات ہے کہ حضرت ابن عباس نے بھی حضرت علیؓ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ اور حضرت عبد اللہ ابن عباس، حضرت عبد اللہ بن عمرو العاص کے سامنے تلاوت کیا کرتے تھے اور اس کے علاوہ جو دیگر صحابہؓ سے منقول ہے وہ بھی مستحسن ہے۔"

مذکورہ بالا بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین علم التفسیر میں یکساں نہ تھے بلکہ تفاوت درجات تھا۔ ہر ایک نے اپنی اپنی استعداد صلاحیت کے مطابق رسول اللہ سے استفادہ کیا۔ حضرت مسروق بن اجدع (63ھ) فرماتے ہیں :جَالَسْتُ اصحابَ محمدٌفوجدتھم کالاِخاذ۔ یعنی العدیر۔ فلاخاذ یروی الرجل، والاخاذُ یروی الرجلین، والاخاذ۔ یروی العسرۃ،والخاذ یروی المائۃ والاخاذُ لو نزل بہ اھل الارض لا صدھم۔[32]"صحابہ کرام رسول کی ہم نشینی کا شرف حاصل ہے۔ صحابہ کرام ایک تالاب کی مانند

---

[29] السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، 234:4۔

[30] ابن تیمیہ، مقدمہ فی اصول التفسیر، 24۔

[31] ، ابو عبد اللہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ زرکشی، البرہان فی علوم القرآن (بیروت: دار احیاء الکتب العربیہ، 1988ء)، 57:2۔

[32] مناع خلیل القطان، مذکرہ تاریخ التشریع الاسلامی (کراچی: دار الکتب)، 84۔

تھے۔ تالاب سے ایک آدمی بھی سیر ہو سکتا ہے دو بھی، دس بھی اور سو بھی۔ بعض تالاب ایسے ہوئے ہیں کہ اگر روئے زمین کے تمام لوگ پانی پینے آئیں تو سیر ہو کر جاتیں۔"

مصادر تفسیر عہد نبوی و صحابہ میں

عہد رسالت میں صحابہ کرامؓ کے ہاں مصادر تفسیر چار تھے: قرآن کریم ، احادیث مبارکہ، اجتہاد اور اقوال صحابہؓ، اہل کتاب۔[33]

اب ہم ان پر تفصیل سے بحث کریں گے۔

قرآن کریم

بلاشبہ قرآن حکیم اپنی تفسیر خود کرتا ہے۔ اگر ایک مقام پر اجمال ہے تو دوسرے مقام پر اس کی تفصیل ہمیں نظر آتی ہے۔ اگر ایک جگہ واقعہ کو مبہم انداز میں ذکر کیا ہے دوسرے مقام پر مفصل انداز میں اس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ (728ھ) لکھتے ہیں:" ان اصح الطرق فی ذالک ان یفسر القرآن بالقرآن، فما اجمل فی مکان فانہ قد فسرفی موضع آخر، وما اختصر من مکان فقد بُسطَ فی موضع آخر۔'' [34] قرآن حکیم کی تفسیر کا بہترین طریقہ قرآن کی تفسیر، قرآن سے کرنا ہے کیونکہ ایک جگہ اجمال ہے تو دوسری جگہ تفصیل ہے اور ایک جگہ اختصار ہے تو دوسری جگہ وضاحت ہے۔ جب کہ امام شاہ ولی اللہ دہلوی (1176ھ) لکھتے ہیں: وھنانکتۃ دقیقۃ لا بد منہ من معرفتھا، وھی ان القرآن الکریم احیاناً یذکر القصۃ فی موضع بالا جمال، وفی موضع آخر بالتفصیل۔ [36][35] کقولہ تعالٰی: قَالَ اِنِّی اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ۔[37] ثم قال: اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ اِنِّی اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا کُنْتُمْ تَکْتُمُونَ ۔" اور یہاں باریک نکتہ ہے۔ اس کا علم حاصل کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ قرآن مقدس کبھی ایک جگہ ایک قصہ کو اجمال کے ساتھ ذکر کرتا ہے اور دوسری جگہ اسی قصہ کو تفصیل کے ساتھ ذکر کرتا ہے۔" جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:'' کہا میں زیادہ جانتا ہوں جو کہ تم نہیں جانتے پھر کہا کیا میں نے تمہارے لیے نہیں کہا میں آسمانوں اور زمین کے غیب کو زیادہ جانتا ہوں اور جو تم ظاہر کرتے اور جو تم چھپاتے ہو۔" دوسری آیت۔ پہلی آیت کی تشریح ہے۔ تفسیر

---

[33] مناع القطان، مباحث فی علوم القرآن (لاہور: دار نشر الکتب الاسلامیہ، 1987)، 31۔

[34] ابن تیمیہ، مقدمہ فی اصول التفسیر، 37۔

[35] شاہ ولی دہلوی، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر (کراچی: مولوی مسافر خانہ، 1383ھ)، 39۔

[36] سورۃ البقرہ2:30۔

[37] سورۃ البقرہ2:33۔

القرآن بالقرآن کی چند مثالیں ملاحظہ فرمایئے: صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ۔ [38]O اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔" ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت کیجئے ان لوگوں کے راستے کی جن پر آپ نے انعام فرمایا۔" یہاں یہ بات واضح نہیں کی گئی کہ جن لوگوں پر انعام فرمایا ان سے کون لوگ مراد ہیں؟ لیکن دوسری جگہ ارشاد ہ:فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنِ۔ [39]یہ وہ لوگ جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء صدیقین، شہدا اور نیک لوگ۔ اسی طرح ایک آیت میں ارشاد ہے۔فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ۔ [40]"پس آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھے۔ تو اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔" لیکن یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ کلمات کیا تھے دوسری جگہ اس کی وضاحت کر دی گئی۔ ارشاد ہے:قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔ [41]" انہوں نے (آدم و حوانے) کہا کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اور اگر آپ نے ہماری مغفرت نہ کی اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔"وَاِنْ یَّکُ صَادِقًا یُصِبْکُمْ بَعْضَ الَّذِی یَعِدُکُمْ۔ [42]"اور اگر یہ سچا ہے تو تمہیں وہ کچھ پہنچ کر رہے گا جس کا وہ تم سے وعدہ کر رہا ہے۔" یہاں "پر بعض الذی" سے مراد دنیا میں عذاب کا آنا ہے کیونکہ دوسری آیت مبارکہ میں ہے:فَاِمَّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِی نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّکَ فَاِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ۔ [43]"اگر ہم تمہیں وہ بعض جس کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں دنیا میں دکھلاویں یا اس سے پہلے تمہیں فوت کر لیں وہ ان لوگوں نے بہر حال ہمارے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے۔" اسی لیے کہا جاتا ہے القرآن یفسر بعضہ بعضاً یعنی قرآن اپنی تفسیر خود کرتا ہے۔

قرآن حکیم کی تفسیر حدیث نبوی ﷺ کی روشنی میں

فان اعیاک ذالک فعلیک بالسنۃ، فانها شارحۃ للقرآن وموضحۃ لہ، بل قد قال الامام ابو عبداللہ محمد بن ادریس الشافعی:[44] کل ما حکم بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فهو مما فهمہ من القرآن۔[45] قال اللہ تعالیٰ: اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَا

[38] سورۃ الفاتحہ 1:5-7۔

[39] سورۃ النسآء 4:69۔

[40] سورۃ البقرہ 2:37۔

[41] سورۃ اعراف 7:23۔

[42] سورۃ مومن 40:28۔

[43] سورۃ یونس 10:45۔

[44] ابن تیمیہ، مقدمہ فی اصول التفسیر، 39۔

[45] النساء 4:105۔

اَرَآکَ اللهُ وَلَا تَکُنْ لِلْخَائِنِیْنَ خَصِیماً وقال تعالیٰ: وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ -[46]: وقال تعالیٰوَمَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ اِلاَّ لَتُبَیِّنَ لَهُمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِیْہِ وَهُدًی وَرَحْمَۃً لِّقَوْمٍ یُّوْمِنُونَ۔ [47]

احادیث مبارکہ

اگر قرآن حکیم کی تفسیر قرآن سے نہ مل سکے تو حدیث نبوی کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ قرآن کی شارح اور اسکی وضاحت کرنے والی ہیں۔ اسی لیے امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس شافعیؒ فرماتے ہیں: جس بات کا حکم نبی اکرم ﷺ نے دیا وہ قرآن حکیم سے ہی حاصل کردہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"بے شک ہم نے تیری طرف سچی کتاب نازل کی تاکہ آپ ﷺ لوگوں کے مابین انصاف کریں ان ہدایات کی روشنی میں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ پر نازل ہوئیں اور تو دغا بازوں کی طرف سے لڑنے والا مت ہو۔"ہم نے قرآن حکیم آپ ﷺ پر اسی لیے نازل کیا تاکہ آپ ﷺ پوری وضاحت سے ان لوگوں کو سنائیں جو آپس میں جھگڑ رہے ہیں اور یہ ہدایت اور رحمت اس قوم کے لیے ہے جو ایمان لاتی ہے۔جب کہ علامہ ابن تیمیہؒ مزید لکھتے ہیں: والسنۃ ایضاً تنزل علیہ بالوحی کما ینزل القرآن۔ لا نها تتلی کما یتلی، وقد استدل الامام الشافعی وغیرہ من الائمۃ علیٰ ذالک بادلۃ کثیرۃ۔ [48]"اور سنت بھی آپ ﷺ پر ایسے ہی نازل ہوئی جیسا کہ قرآن حکیم نازل ہوا اور اس کی تلاوت بھی قرآن حکیم کی تلاوت کی طرح کی گئی ہے۔"اسی سے امام شافعی اور دیگر آئمہ کرام نے کثیر دلائل کی روشنی میں استدلال کیا ہے۔علامہ عبد العظیم زرقانی (1367ھ) نے اس کی مثال درج ذیل دی ہے۔[49]جب قرآن حکیم کی آیت نازل ہوئی: اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰئِکَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔ [50] صحابہؓ کو پریشانی لاحق ہوئی کہ یہاں "ظلم" سے کیا مراد ہے، تو آپؐ نے خود اس کی وضاحت فرمائی: اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ۔[51]یہاں ظلم سے مراد شرک ہے۔وَاَعِدُّوالَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّۃٍ الَااِنَّ الْقُوَّۃَ بِالرَّمی۔ [52]"اور تم اپنی قوت جتنی ممکن ہو سکے جمع رکھو۔" یہاں "قوۃ" سے مراد رسول اللہ نے فرمایا :القوۃ بالرمی" ہے یعنی تیر اندازی اس کے علاوہ

---

[46] النحل44:16۔

[47] النحل74:16۔

[48] ابن تیمیہ، مقدمہ فی اصول التفسیر،40۔

[49] الزرقانی، مناھل العرفان فی علوم القرآن،1:70۔

[50] سورۃ الانعام،6:82۔

[51] سورۃ لقمان13:31۔

[52] سورۃ انفال60:8۔

بے شمار مثالیں ہیں۔ مثلاً قرآن میں نماز کا حکم دیا گیا۔ لیکن نماز کی رکعات، تعداد اور اوقات کا علم ہمیں احادیث نبویہ سے ہوتا ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کے نصاب کا علم بھی ہمیں رسول اللہ کے ذریعے سے ہوتا ہے۔

اجتہاد یا اقوال صحابہؓ

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں :وحینئذٍ، نجد التفسیر فی القرآن ولا فی السنۃ رجعنا فی ذالک الٰی اقوال الصحابۃ، فانھم ادرٰی بذالک لماشاھدوہ من الاقوال، والا حوال التی اختصوابھا ولما لھم من الفھم التام، والعلم الصحیح ، والعمل الصالح لا سیما علماء ھم وکبر ا ء ھم ۔[53] "اور جس وقت ہم قرآن مقدس کی تفسیر، قرآن حکیم اور حدیث میں نہیں پاتے تو ہم اقوال صحابہؓ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم کے نزول کے وقت وہ موجود تھے اس وقت کے حالات سے واقف تھے۔ اس لیے وہ قرآن کو زیادہ جانتے تھے۔ پھر یہ کہ قرآنی شعور ان کا حاصل تھا اور علم اور عمل صحیح اور صالح تھا۔ خاص طور پر ان کا علماء اور ان کے اکابر۔" علامہ ابن تیمیہ کے ہاں کا تفسیر قرآن کا تیسرا مقصد اقوال صحابہ ہیں۔ کیونکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نزول قرآن کے وقت موجود تھے۔ پھر یہ کہ وہ اہل بیان تھے جب کہ صحابہؓ ذہانت وفطانت میں بھی بے مثال تھے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ صحابہ کے اجتہاد کی تائید خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ حضرت معاذ بن جبلؓ (۱۸ھ) مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یمن کی طرف بھیجا تو پوچھا: کیف تقضی؟ کیسے فیصلے کروگے؟ عرض کیا کتاب اللہ کے مطابق! پوچھا "فان لم یکن فی کتاب اللہ"۔ کہ اگر وہ کتاب اللہ میں نہ ہو تو عرض کیا کہ سنت کے مطابق۔ پوچھا "فان لم یکن فی سنۃ رسول اللہ؟" کہ اگر حدیث میں بھی نہ ہو؟ تو عرض کیا اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا الحمد للہ الذی وَفَّق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔[54] اس ذات کی تعریف جس نے اللہ کے رسول کے سفیر کو حق بات کی توفیق عطا فرمائی۔ تتبع سے ثابت ہوتا ہے کہ تفسیر قرآن کے سلسلہ میں صحابہ کرامؓ نے مصادر خمسہ سے استفادہ کیا ہے۔ قرآن وسنت جس کا بیان گزر چکا ہے۔ دیگر ماخذ اسباب نزول کی معرفت ،تورات وانجیل ،اوضاع لغت وادب جاہلی ہل کتاب (یہود ونصاریٰ) ہیں۔ عہد صحابہ میں تفسیر قرآن کا چوتھا مصدر نو مسلم اہل کتاب اور یہود ونصاریٰ تھے اس لیے کہ قرآن کریم بعض تاریخی مسائل میں عموماً انبیائے کرام اور دیگر اقوام سابقہ کے قصص میں خصوصاً تورات کے ساتھ ہم آہنگ ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کے بعض بیانات انجیل سے بھی ملتے ہیں مثلاً سیدنا عیسیٰ کی ولادت اور ان کے معجزات وغیرہ، فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلاَّ رِجَالاً نُوْحِیْ اِلَیْھِمْ فَاسْئَلُوا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَO بِالْبَیِّنَاتِ وَالْزُّبُرِ۔[55] "آپ ﷺ سے پہلے بھی ہم مردوں کو ہی بھیجتے رہے جن کی جانب وحی اتارا کرتے تھے، پس اگر تم نہیں جانتے

---

[53] ابن تیمیہ، مقدمہ فی اصول التفسیر، 44۔

[54] محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح (الریاض: دارالسلام، 2001ء)، حدیث: 3461۔

[55] سورۃ النحل 43:16۔

تو اہل علم (اہل کتاب) سے دریافت کر لو، دلیلوں اور کتابوں کے ساتھ۔ " تاہم ان واقعات کے بیان میں کتب سابقہ کے نہج و اسلوب کی اتباع سے گریز کیا ہے اور ان واقعات کی غیر ضروری جزئیات کو ترک کر کے صرف انہی قصص کے بیان پر اکتفاء کیا ہے جس کا تعلق عبرت و موعظمت سے ہے یا ان واقعات کو اہل کتاب کے سامنے بطور استشہاد پیش کرنا مقصود ہے اس بنا پر بعض مفسرین صحابہ نے ان قصص کی جزئیات معلوم کرنے کے سلسلہ میں اہل کتاب کی طرف رجوع کیا اور ان سے روایات بھی قبول کیں تاہم صحابہ کرامؓ نے نقل و روایت میں حد اعتدال سے تجاوز نہیں کیا۔ "حدثوا بنی اسرائیل ولا حرج"[56] (بنی اسرائیل سے روایت کر لو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے) کہ پیش نظر جواز کی حد تک ان سے استفادہ کیا ہے اور وہ بھی صرف ان روایات میں جو قرآن و حدیث اور اسلامی عقائد سے متصادم نہ تھیں۔[57]

خلاصہ بحث یہ کہ صحابہ کرامؓ نے اسرائیلی روایات سے بے شک استفادہ کیا ہے اور ضرورت کی حد تک ان سے روایت کو جائز سمجھا ہے تاہم اس میں حزم و احتیاط کو ملحوظ رکھا ہے اور اسرائیلیات کا بیان محض ایک تفتیش عملی کی حیثیت رکھتا ہے جسے وضاحت کے سلسلہ میں قبول تو کر سکتے ہیں مگر ان کو میزان صحت قرار نہیں دے سکتے۔

عہد نبوی اور عہد صحابہؓ میں یہی اصول اربعہ تھے جن سے علم تفسیر میں استفادہ کیا جاتا رہا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں تو مشکل پیش آنے کی صورت میں براہ راست آنحضور ﷺ سے سوال کیا جاتا اور آپ ﷺ اس کا جواب عنایت فرما کر سائل کو مطمئن کرتے جب کہ عہد صحابہ میں قرآن و سنت سے رجوع کیا جاتا۔ پھر فقہیہ صحابہؓ خود بھی استدلال کرتے تھے۔

عہد تابعین

علم تفسیر میں اقوال تابعین معتبر ہیں یا نہیں؟ علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: جب قرآن حکیم کی تفسیر، قرآن مقدس، حدیث نبوی ﷺ اور اقوال صحابہؓ سے نہ ملے تو ائمہ کرام نے اقوال تابعین کی طرف رجوع کیا ہے۔ جیسے کہ مجاہد بن جبیر کی طرف جو علم تفسیر میں اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی ہیں۔ محمد بن اسحاق حضرت مجاہدؒ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: "میں نے مصحف قرآن شروع سے آخر تک تین مرتبہ عبد اللہ ابن عباس کے سامنے پیش کیا۔ ہر آیت پر ٹھہراتا اور تفسیر پوچھتا تھا۔"[58] مزید لکھتے ہیں: حضرت سفیان ثوری کا قول ہے: اذا جاء ک التفسیر من مجاہد فحسبک بہ۔ جب حضرت مجاہدؒ سے تفسیر ملے تو یہ تمہارے لیے کافی ہے۔[59] علامہ ابن کثیر (متوفی ۷۷۴) لکھتے ہیں:

"تابعی اگر کوئی تفسیر کسی صحابی سے نقل کر رہا ہو تو اس کا حکم وہی ہے جو صحابہ کرامؓ کی تفسیر کا ہے اور اگر خود اپنا قول بیان کرے تو دیکھا جائے گا کہ دوسرے کسی تابعی کا قول اس کے خلاف ہے یا نہیں؟ اگر کوئی قول اس کے خلاف ہو تو اس وقت

---

[56] ابن تیمیہ، مقدمہ فی اصول التفسیر، 26۔

[57] ابن تیمیہ، مقدمہ فی اصول التفسیر، 44۔

[58] ابن تیمیہ، مقدمہ فی اصول التفسیر، 44۔

[59] ابو الفداء اسماعیل بن عمر ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2008ء)، 1:11۔

تابعی کا قول حجت نہیں ہو گا۔ بلکہ اس آیت کی تفسیر کے لیے قرآن کریم، لغت عرب، احادیث نبویہ، آثار صحابہؓ اور دوسرے شرعی دلائل پر غور کر کے کوئی فیصلہ کیا جائے گا۔ اور اگر تابعین کے مابین کوئی اختلاف نہ ہو تو اس صورت میں بلاشبہ ان کی تفسیر حجت اور واجب الاتباع ہو گی۔"[60]

تابعین کے مصادر تفسیر

قرآن کریم

۲۔ احادیث نبویہ

۳۔ اقوال صحابہؓ

۴۔ اہل کتاب

۵۔ اجتہاد و استنباط[61]

خلاصہ بحث

امت محمدیہ کے علماء نے تابعین کے اقوال کو معتبر و مستند جانا اور تفسیر میں اس کی اپنی حیثیت ہے۔ خاص طور پر کبار تابعین نے تو اپنی زندگیاں خدمت قرآن کے لیے وقف کر دی تھیں۔ انہوں نے یہ کام خالص للّٰہیت اور حصول رضا کے لیے کیا۔ خاص طور پر مکہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس کے شاگرد حضرت مجاہد، حضرت عطاء بن ابی رباح، حضرت عکرمہ، حضرت سعد بن جبیر اور حضرت طائوسؓ جب کہ کوفہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود کے شاگرد اور مدینہ میں زید بن اسلم ان کے بیٹے عبد الرحمن بن زید اور حضرت مالک بن انس کے نام نمایاں ہیں۔[62] مذکورہ مفسرین کو علم تفسیر میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور ان کی تفسیر پر اعتبار کیا جاتا ہے۔

---

[60] محمد حسین ذہبی، التفسیر والمفسرون (قاہرہ: دار الکتب الحدیثۃ)، 1:100۔

[61] السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، 240:4۔

[62] الزرقانی، مناہل العرفان فی علوم القرآن، 19:2۔